(قسط۵۲) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی*

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

۱۹۸۱۔۱۹۸۰ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب وروز اور اسفار کے علاوہ اعزّہ واقارب، اہل محلّہ وگردوپیش اور ملکی وبین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال وواقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں...... (مرتب)

آہ! شہید علم حضرت مولانا محمد علی نوراللہ مرقدہ

۱۱ محرم الحرام کا دن دارالعلوم کے لئے ماتم وشیون کا دن بنا کہ دارالعلوم کے ایک قدیم جید اور متبحر بزرگ استاذ حضرت العلامہ الحاج استاذنا المحترم مولانا محمد علی صاحب سواتیؒ صبح دس بجے یکا یک اس دارفانی سے منہ موڑکر واصل بحق ہوئے وصال کا سانحہ بھی عجیب قابلِ غبطہ اور لائق صدرشک شکل میں پیش آیا۔فقہ حنفی کی مستند کتاب ہدایہ آخرین کی درس سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ اچانک دل کا دورہ پڑا چارپائی پر لٹا دیئے گئے جسم اتنا ملائم نرم اور ساتھ ہی گرم بھی تھا کہ ہم سب لوگوں کو کافی دیر گذرنے کے باوجود وفات کا یقین نہیں آرہا تھا۔اساتذہ، حضرت شیخ الحدیث مدظلہ اور طلبہ کا ہجوم اردگرد جمع تھا کہ ڈاکٹر نے وفات کی تصدیق کردی ایک رقت انگیز کیفیت سب پر طاری تھی حضرت شیخ الحدیث مدظلہ گریہ سے بے قابو تھے اور دعافرماتے ہوئے مولانا کو ''شہید علم'' قرار دیا۔ابھی چند لمحے قبل وہ قرآن وحدیث پر مبنی احکام شرعیہ کی تشریح وتوضیح فرمارہے تھے۔کراماً کاتبین نے دفتر اعمال کا آخری صفحہ درس ہدایہ کی شکل میں قلمبند کیا۔عالم نزع کی حالت میں اور موت کی دہلیز پر قدم رکھتے ہوئے بھی علمی مسائل ومباحث اور کتابوں کی درس

وتدریس کی ایسی مثالیں سلف میں بھی موجود ہیں۔مگر بہت خال خال۔

پونے ایک بجے دوپہر دارالعلوم کے صحن میں سینکڑوں علماء وصلحاء اساتذہ وطلبہ نے باچشم پرنم دارالعلوم کے اس دیرینہ اور مخلص ترین خادم علوم کتاب وسنت اور مشفق استاد کا جنازہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کی امامت میں پڑھا۔عام دیدار کے بعد نعش مبارک سوات روانہ کی گئی۔

آپ کی طلباء سے بے تکلفی اور شفقت مثالی تھی مگراس کے ساتھ ضبط ڈسپلن اورامتحانات میں سخت گیری اورطلبہ کے احتساب کی بھی مثال نہیں ان کی وفات سے نہ صرف دارالعلوم بلکہ پورا ملک عہد سلف کے ایک معیاری نمونہ اور مثالی شخصیت سے محروم ہوگیا۔

مولانا محمد علی سواتی کی وفات پر تعزیتی اجتماع میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کا خطاب

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ والہ وسلم موت العالِم موت العالَم موت ہر کسی کو آنی ہے حتی کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی موت آئی کل من علیھا فان مگر فنا فنا میں فرق ہے ایک فنا وہ ہے کہ صرف ایک انسان پر طاری ہوجائے جس سے صرف فرد واحد کے اعمال منقطع ہوجاتے ہیں کیونکہ اس آدمی کا مقصدِ زندگی اپنے خوراک،لباس ومکان کیلئے تگ ودو کرنا تھا۔اس کے مرنے سے صرف اس کے اپنے مفادات ختم ہوجاتے ہیں اس کی زندگی کا مقصد صرف اپنی ''انا'' کی الائش وارائش تھا۔ دوسری موت وہ کہ ایک فرد کے مرنے سے اس کے خاندان اور کنبہ کو نقصان پہنچے کیونکہ یہ آدمی سارے کنبہ، رشتہ داروں اورعزیزوں کا خیرخواہ ومعاون تھا۔تیسری موت اس شخص کی ہے کہ اس کا مرنا ساری مخلوق کیلئے تکلیف اورمصیبت کا باعث ہو یہ وہ موت ہے کہ آدمی اپنی ذات،خوراک، مکان اورعزیزوں کی فکر ہی نہ ہو اور نہ اس کو اپنی اولاد اور کنبے کا خیال ہو بلکہ کل مخلوق وقوم کی زندگی کی بہتری کا طلبگار ہو۔اس کی نشست وبرخاست، سونا اوراٹھنا مخلوق کی بہتری اوراصلاح کیلئے ہو، ایسے آدمی کی وفات سے ساری قوم کو تکلیف پہنچتی ہے ایک عالم کی موت درحقیقت عالم کی موت ہے ۔ خاصکر ایسا عالم جیسے حضرت مولانا محمد علی رحمہ اللہ کہ انہوں نے اپنی ساری زندگی اشاعت دین کیلئے وقف کررکھی تھی، ہم سب پر بلکہ پورے عالم اسلام پر ہر عالم کے احسانات ہیں آپ نے بخاری شریف میں پڑھا ہے کہ جب تک علماء موجود ہوں اوردرس وتدریس کا سلسلہ جاری رہے، قیامت نہیں آئے گی ۔ قیامت کے آنے سے پہلے علماء کی کمی آجائے گی ۔مقتدر اور باعمل علماء روئے زمین سے اٹھتے چلے جائیں گے اوران کی جگہ جہلاء بیٹھ کر فتاوی دیں گے۔ جس سے خود وہ اورقوم بھی گمراہ ہوجائیگی۔جب تک عالم زندہ ہے اللہ کا نام بھی زندہ رہے گا اورجب عالم نہ رہے گا تو تباہی وگمراہی کا آنا پھر یقینی ہے۔یہ علماء ہی کی برکت ہے کہ ہم آج نماز ، حج،زکوۃ وجہاد اوردیگر عبادات ادا کررہے ہیں

اور جب علماء وفات پاکر ان کی جگہ جہلاء لے لیں گے تو پھر دہریت ، الحاد اور زندقہ ہوگا۔ جیسے کہ آپ کو معلوم ہوگا کہ جب روس میں علماء کے وجود کو ختم کر دیا گیا تو اسکی جگہ الحاد اور دہریت نے لے لی۔ اب وہاں اللہ کا نام لینا جرم ہے اور اب آپ کے پڑوس افغانستان میں روسی اپنے نظریات کے پھیلانے کیلئے حملہ آور ہوئے ہیں اور دیندار مسلمان اور علماء جن میں سے اکثریت اس دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور پروردہ ہیں ان کے خلاف جہاد کر رہے ہیں بحمد اللہ اب بھی دنیا کے بڑے خطہ میں اللہ کے نام لیوا کثیر تعداد میں موجود ہیں ورنہ جب خدا کا نام لینے والا نہ رہے تو قیامت آجائیگی۔

کتب حدیث وفقہ بغل میں لئے اللہ کے پاس حاضری

آج دارالعلوم حقانیہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کو جو صدمہ حضرت مولانا مرحوم کی وفات سے پہنچا ہے تو یہ صدمہ بے جا نہیں۔ فی الحقیقت ہم سب کا ناقابل برداشت نقصان ہوا ہے۔ وہ تو ان شاء اللہ یقیناً جنت الفردوس میں جائیں گے۔ وہ حالت سفر میں تھے۔ فقہ حنفی کی مشہور دینی کتاب ہدایہ ان کے سامنے تھی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی معروف دینی کتاب طحاوی شریف اپنے قریب مطالعہ کے لئے رکھی ہوئی تھی محرم کے مبارک ایام تھے اور اس سے پہلے دو دن باوجود ضعف کے صائم رہے۔ یہ سب برکت کی نشانیاں ہیں۔

مولانا عبدالسمیع دیوبندی کو مولانا مدنیؒ کا عبرت آموز مشورہ

دیوبند میں ہمارے ایک استاد حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب رحمہ اللہ مشکوٰۃ شریف مختصر المعانی وغیرہ پڑھاتے تھے بیمار ہوگئے بیماری بڑھنے پر جب سبق پڑھانے کے قابل نہ رہے تو اس کے اسباق دیگر اساتذہ کو تقسیم کردئے گئے تاکہ جب تک بیماری میں ہیں طلباء کے درس کا سلسلہ جاری رہے حضرت مولانا رحمہ اللہ نے یہ سوچ کر کہ اب میں بیماری کی وجہ سے سبق پڑھانے کے قابل نہیں رہا، مدرسہ والوں کو اپنا استعفیٰ بھیج دیا جب ہمارے شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ کو معلوم ہوا تو ان کے پاس تشریف لے جا کر فرمایا کہ اے عبدالسمیع کیا تو یہ نہیں چاہتا کہ قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے پیش ہو تو تیری بغل میں مشکوٰۃ شریف ہو۔ یہ آپکی کتنی سعادت مندی اور نیک بختی ہوگی۔ اسلئے آپ اپنے نام سے یہ کتاب نہ کاٹیں، پڑھائے گا کوئی اور مگر فہرست میں بدستور آپ کا نام ہوگا۔ چنانچہ اسی پر عمل ہوا اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت مولانا محمد علیؒ کا بھی یہی طریقہ رہا۔ بیماری کا حملہ گزشتہ سال ہوا تھا اس لئے ہم نے اس سال ان کو عرض کیا کہ اس سال صرف آرام کی غرض سے دارالعلوم میں رہیں۔ نقاہت زیادہ ہے اس لئے اپنے آپ پر اسباق کا بوجھ نہ ڈالیں۔ مگر رب العزت کو تو ان کے درجات کو بلند کرنا مقصود تھا تو گھر سے

آتے ہی فرمایا کہ میری کتب کو کیوں تقسیم کردیا گیا ہے اور آتے ہی تدریس شروع کردی اور پھر آخر میں بھی کتب بغل میں لئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

حقانیہ کی ترقی اساتذہ کے خلوص وتوکل کا نتیجہ

حضرت مولانا محمد علیؒ نے قریباً تیس سال انتہائی شفقت، محبت اور اخلاص سے تدریس کو جاری رکھا، آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ دارالعلوم نہ نوابوں کا ہے اور نہ امیروں کا اور نہ اس کو حکومت کی سرپرستی حاصل ہے صرف اللہ کے توکل، حضرت مولانا محمد علی اور آپ جیسے اساتذہ و منتظمین طلباء ومعاونین کے خلوص ہی کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی خدمت کو قبول فرما کر اتنی ترقی سے نواز رہے ہیں جیسا کہ میں نے عرض کیا مولانا مرحوم مجسمۂ اخلاص تھے۔ ہمارے ساتھ معاملہ بھائیوں سے بھی زیادہ بہتر رہا۔دارالعلوم میں عجیب بے تکلفانہ زندگی گزاری۔ سارے طلباء اور اساتذہ کیساتھ بے تکلف تھے۔ ہرفن کی ہر کتاب پڑھانے میں ماہر تھے۔حدیث میں ان کو دسترس حاصل تھی فقہ کی اہم کتاب ہدایہ بیس پچیس سال پڑھاتے رہے اور اتنی باقاعدگی اور ناغہ کے بغیر ہر سال رجب کی ۱۵ تاریخ تک اپنی کتابوں کو ختم کردیتے اور طلباء بھی بے حد مطمئن رہتے۔

علم صفت خداوندی کے ساتھ تواضع کی ضرورت

امام بخاری نے غالباً کتاب العلم میں فرمایا ہے کہ علم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے پہلے حیات اور پھر علم۔علم کا جب کسی میں اثر آجائے اور علم کا کچھ حصہ حاصل کرے تو خطرہ ہے کہ اس آدمی میں تکبر آجائے تو فرمایا کہ کہ علم کے ساتھ تواضع بھی ضروری ہے۔ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی علم کے ساتھ تواضع کی یہ حالت بھی فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی قسم محمد قاسم اس دیوار سے بھی زیادہ ان پڑھ ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ کی وصیت پر ہمارے تمام اساتذہ اور خاص کر مولانا مرحوم کا پورا عمل تھا اور ساری عمر انتہائی متواضع رہے۔ اگرچہ مجھ سے کبھی انہوں نے ذکر نہیں کیا۔مگر مختلف ذرائع سے مجھے معلوم ہوتا ہے رہا کہ پاکستان کے بڑے بڑے مدارس والوں نے وقتاً فوقتاً حضرت مولانا کو بڑی تنخواہوں کی پیش کش کی مگر وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا جنازہ اسی دارالعلوم سے نکلے گا۔

تلامذہ علم کا فیضان اور جہاد افغانستان صدقہ جاریہ ہے

عظیم قناعت اور تواضع کے مالک اور علوم کے جامع تھے۔آپ سب طلباء اور گزشتہ فضلاء کرام نے انہی اساتذہ کرام سے اسباق پڑھے ہیں تو اب انہی کے علوم پھیلاؤ گے۔انہی اساتذہ میں سے مولانا مرحوم بھی ہیں اور آپ دارالعلوم کے تمام فضلاء کے اشاعت دین کا یہ سلسلہ بھی انکے صدقۂ جاریہ میں شمار ہوگا۔

ابھی عرض کر چکا ہوں کہ آج افغانستان میں بیشتر فضلاء جہاد میں مصروف ہیں یہ انہی اساتذہ جن میں حضرت مولانا محمد علیؒ بھی شامل ہیں کی موت کے بعد اس کا اجر وثواب ان کے لئے صدقات جاریہ کی حیثیت سے ان کے نامۂ اعمال میں محسوب کیا ئے گا۔

اس وقت ملک وبیرون ملک دارالعلوم کے سینکڑوں فضلاء کرام تدریس وتبلیغ ودیگر دینی امور سرانجام دے رہے ہیں جوانہی اساتذہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے اوراس کا اجروثواب بھی حضرت مولانا مرحوم ودیگر اساتذہ ومعاونین دارالعلوم کے حصہ میں آئے گا۔اس میں بڑا حق اساتذہ کا ہے۔

بھائیو! دارالعلوم میں بہت بڑی خلا پیدا ہوگئی ہے ہم ایک بڑے مقتدر استاد سے محروم ہوگئے ہیں حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولاناؒ کے علمی کمالات، اخلاق، دینداری، حسن سلوک، کی نظیر ملنا مشکل ہے۔تیس سال میں کسی کو سخت بات نہ کہی۔رب العزت ان کو جنت الفردوس نصیب فرما کر ان کے خاندان، اہل وعیال طلباء، لواحقین اور مدرسہ پر ان کے انوار وبرکات قائم ودائم رکھے۔اوراس خلاء کو احسن طریقے سے پرفرمادے۔

مولانا حضرت مفتی محمودؒ تابندہ درخشندہ صفات

اکابرعلماء جارہے ہیں قریبی دنوں میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ جوعلم وسیاست کی عظیم ہستی تھی۔انتقال فرماگئے انہوں نے پاکستان میں علم اورعلماء کے وقار کو بلند کیا اور علماء کوعزت کا مقام دیا حکومت اورانگریزی خوان بھی ان سے خائف تھے اورسب پران کا رعب تھا۔انگریز علماء کوذلیل کرنے کی جوناکام کوششیں کیں وہ ہم کومعلوم ہیں انہوں نے علماء اور مذہب اسلام کولوگوں کی نظروں سے گرانے کیلئے ہر حربہ استعمال کیا تھا یہ مفتی محمود رحمہ اللہ ہی تھے کہ انہوں نے علماء دوبارہ علماء کوباعزت مقام دلانے کیلئے ان طبقوں کو اپنے جرأتمندانہ اقدام اور علمی مہارت سے الزامی اور تحقیقی جوابات کے ذریعے مرعوب کردیا تھا۔وزیراعلیٰ جیسی مسند پر بیٹھ کر جب کہ وہ کروڑوں روپے پیدا کرسکتے تھے۔فقیرانہ زندگی بسر کی اوراپنے لئے مکان تک نہ بنایا۔مجھے معلوم ہوا تھا کہ کئی لوگوں نے مالی ذرائع سے ان تک رسائی اورفوائد حاصل کرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے سارے دنیاوی جاہ وجلال کوٹھکرادیا۔

حضرت تھانویؒ کی ملاقات کیلئے ایک آدمی یورپ سے آیا اورسوال کیا کہ آپ نے بیان القرآن کے نام سے قرآن کی ایک ضخیم تفسیر مرتب کی تو قوم نے آپ کواس کا کیا عوض اورصلہ دیا۔حضرت نے فرمایا ہم یہ دینی خدمات اللہ کی رضا کیلئے کررہے ہیں اس میں عوض لینے کی ہم کوکوئی ضرورت نہیں۔مفتی محمودؒ نے دنیا اوراہل دنیا کو دکھا دیا کہ اس دین میں اتنی برکت اورقناعت ہے کہ جب ایک دیندار آدمی بڑے سے بڑے عہدہ پر بھی فائز ہوجاتے وہ سب دنیاوی آسائشوں کوٹھکرا دیتاہے۔حضرت مولانا محمد علی رحمہ اللہ بھی جاہ

وجلال کے طالب نہ تھے۔

رب العزت اس امت کو اکابر سے محروم نہ فرماویں۔مولانا محمد علیؒ کی موت موت العالم ،موت الطلباء، موت دارالعلوم ہے۔ان کا علمی سلسلہ بند ہوا۔رب العزت ان پر رحمت نازل فرما کر جن علماء واساتذہ کا زمانہ قریب وبعید میں انتقال ہوا سب کو رحمت کاملہ سے نوازے۔دل تو بہت کچھ کہنا چاہتا ہے مگر مولانا کے اتنے کمالات ہیں کہ ان کا شمار ناممکن ہے۔حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرما کر ان کے لواحقین ،طلباء وفضلاء کرام کو صبر جمیل اور ہم سب کو ان کی تبلیغی وتدریسی سلسلہ کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں کیونکہ اگر یہ سلسلہ ختم ہوا تو پھر قیامت کے آثار ہیں۔امین

تعمیر دارالحفظ والتجوید کا آغاز

دارالعلوم میں ایک عرصہ سے حفظ وتجوید قرآن کریم کے لئے وسیع پیمانہ پر علیحدہ مستقل شعبہ کے قیام کی ضرورت محسوس کی جاتی رہی جہاں اس شعبہ کی کلاسیں اور رہائشی کمرے بچوں کی تربیت کی ساری ضروریات موجود ہوں ۔اس سال بحمداللہ اس شعبہ کے لئے ڈیڑھ کنال پر مشتمل ایک رقبہ حاصل کیا گیا اور ۱۹؍دسمبر بروز جمعۃ المبارک ۱۱بجے صبح حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے اساتذہ وارکین طلبہ کی موجودگی میں اس عمارت کا سنگ بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھا۔تقریباً ڈیڑھ کنال پر پھیلے ہوئے اس بلاک کی تعمیر وتکمیل پر تقریباً پانچ لاکھ روپے اخراجات کا تخمینہ ہے۔اس کے دائیں جانب متصل عیدگاہ ایک قطعہ دارالعلوم کے قبرستان کیلئے مخصوص کیا گیا ہے۔اس موقعہ پر حضرت شیخ الحدیث نے اس احاطہ کا سنگ بنیاد بھی رکھا۔جواب حضرت شیخؒ کی آخری آرام گاہ اور مقبرہ حقانیہ کے نام سے موسوم ہے۔اس کی احاطہ بندی مکمل ہوگئی ہے۔دارالحفظ والتجوید کا کام نہایت تیزی سے جاری ہے۔

ایک ہونہار طالبعلم کی شہادت

۴دسمبر ۱۹۸۰ء بروز جمعرات دارالعلوم میں ایک حادثہ فاجعہ پیش آیا۔دارالعلوم کے ایک نہایت بااخلاق دیندار اور ہونہار طالب علم مولوی محمد حنیف وزیرستانی جوابتداء سے یہاں زیر تعلیم تھے اوراس سال دورۂ حدیث میں شریک تھے،عنقریب فارغ التحصیل ہونے والے تھے۔نماز فجر کی تیاری میں سڑک پار کرتے ہوئے ایک تیز رفتار کار کی زد میں آگئے اور دماغ پر شدید چوٹیں لگیں انہیں فورا نوشہرسول ہسپتال پہنچایا گیا۔کچھ دیر بعد احقر اور مولانا سلطان محمود نے ہسپتال پہنچ کر انہیں پشاور منتقل کرنے کا فیصلہ کیا۔مگر مرحوم طالب علم نے راستہ ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ان کی میت ان کے آبائی گاؤں وزیرستان پہنچائی گئی۔بعد میں دارالعلوم کے ایک معزز استاد مولانا عبدالحلیم صاحب دیروی اور سرکردہ طلبہ تعزیت کے لئے ان کے گاؤں گئے۔مرحوم طالب علم کے بوڑھے والد نے ایمان باللہ اور رضاء بقضاء حادثہ کے ذمہ دار ڈرائیور کے

عفو وصفح کا عجیب ایمانی مظاہرہ کیا۔شہید طالب علم نہایت خاکسار مزاج کے مالک تھے۔حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ساتھ خدمت کا نہایت قریبی تعلق رہا۔حضرت کی مسجد میں رہتے۔ان کی اچانک وفات سے پورے حلقہ دارالعلوم کے طلبہ اور اساتذہ کو صدمہ پہنچا۔

مولانا محمد نبی محمدی کی آمد

افغانستان میں روس سے برسر پیکار جماعت حرکت انقلاب اسلامی کے امیر مولانا محمد نبی محمدی صاحب سفر حج وبلاد اسلامیہ سے واپس ہوئے۔تو مہاجرین ومجاہدین نے دارالعلوم حقانیہ میں استقبال کا فیصلہ کیا اور اطراف واکناف سے سینکڑوں کی تعداد میں دارالعلوم پہنچ گئے۔۲ بجے مولانا محمد نبی صاحب امیر المجاہدین اپنے ساتھیوں اور ایک دوسرے مقتدر راہنما مولانا نصراللہ خان کی معیت میں دارالعلوم پہنچے۔ استقبال کے لئے جمع ہونے والے مجاہدین اور مہاجرین سے مؤثر خطاب کیا اور سب سے پہلے دارالعلوم میں آمد کو اپنے لئے فال نیک قرار دیا اور اسے علم وہدایت اور جہاد ودعوت کا اہم ترین سرچشمہ قرار دیا اور کہا کہ آج اس ادارے کے فیض سے افغانستان میں علماء اور طلباء مصروف جہاد ہیں۔انہوں نے مولانا محمد علی صاحب مدرس دارالعلوم اور مولانا مفتی محمود صاحب کی وفات پر اظہار افسوس کیا اور حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی صحت کے لئے دعا کی۔اس موقع پر دارالعلوم کی طرف سے احقر نے استقبالیہ کلمات کہے۔

۱۳؍دسمبر: دارالعلوم کے سہ ماہی امتحانات شروع ہوئے۔

واہ میں مفتی محمود کی یاد میں جمعیت طلباء کے پروگرام میں شرکت

۲۸؍دسمبر: کو احقر نے لوسر شرفو واہ کینٹ میں جمعیۃ طلباء اسلام کی دعوت پر مولانا مفتی محمود صاحب کی یاد میں منعقدہ ایک تعزیتی تقریب میں شمولیت کی۔

واردین وصادرین

حسب سابق دارالعلوم میں مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے متعدد حضرات نے قدم رنجہ فرمایا۔ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے ملاقات کی اور دارالعلوم کا معائنہ فرمایا ان میں مولانا قاضی عبدالکریم صاحب کلاچی ۔ جناب مولانا پیر کرم شاہ الازہری ، جناب حاجی فقیر محمد صاحب سابق وفاقی وزیر، مولانا زاہد الراشدی صاحب، جناب مولانا کوثر نیازی صاحب سابق وفاقی وزیر، جناب عزیز بھٹی صاحب سابق ایم این اے، جناب مولانا محمد بنوری صاحب، جناب ڈاکٹر عبدالوحد صاحب، ہالے پوتا صاحب اسلام آباد، جناب مولانا زاہد الحسینی صاحب ، جناب سید پرویز صاحب جوائنٹ سکرٹری وزرات مذہبی امور اسلام آباد شامل تھے۔

حضرت مولانا اسعد مدنی کی حقانیہ تشریف آوری اور خطاب

۷ جنوری ۱۹۸۱ء جانشین شیخ الاسلام رحمہ اللہ حضرت مولانا محمد اسعد مدنی صدر جمعیۃ العلماء ہند، ، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے ایشیائی اجلاس منعقدہ اسلام آباد میں شمولیت کیلئے مختصر دورے پر پاکستان تشریف لائے۔ اس بار بھی انہوں نے کثیر مشاغل سے وقت نکال کر صوبہ سرحد کا دورہ اپنے محبوب بزرگ بقیۃ السلف مولانا عزیز گل مدظلہ، اسیر مالٹا، اور اپنے استاد حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ کی زیارت کیلئے دارالعلوم میں قدم رنجہ فرمایا۔ یہاں پہلے سے حضرت مولانا اسعد مدنی نے رات گذارنے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء کرام نے والہانہ استقبال کیا۔

مہاجرین افغانستان کے بڑے کیمپ کا معائنہ

دارالعلوم کی طرف سے مولانا انوارالحق صاحب، مولانا سلطان محمود صاحب ناظم، دارالعلوم کے ایک خادم خاص جناب ممتاز خان صاحب انہیں لینے پشاور کے ہوائی اڈہ اور پھر مولانا عزیز گل مدظلہ کے گاؤں سخا کوٹ میں موجود تھے اور آخر تک ساتھ رہے اکوڑہ خٹک آمد سے قبل راستہ میں انہوں نے اضا خیل بالا کے قریب مہاجرین افغانستان کے ایک بڑے کیمپ کا بھی معائنہ کیا اور ان لوگوں سے تبادلۂ خیال کیا۔ دارالعلوم میں اچانک آنے کے باوجود سینکڑوں معتقدین بھی جمع ہوگئے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے تفصیلی تبادلۂ خیالات اور ملاقات ہوئی ۔ دارالعلوم کے نئے کتب خانہ کے ہال میں آپ کو عشائیہ دیا گیا۔ بعد ازعشاء دارالحدیث میں جو سامعین سے بھرا ہوا تھا۔ معزز مہمان نے نہایت فاضلانہ خطاب فرمایا رات دارالعلوم میں گذارنے کے بعد صبح سویرے حضرت مولانا مدظلہ العالی عازم اسلام آباد ہوئے۔

ریڈیو پاکستان پر شیخ الحدیث اور دارالعلوم حقانیہ کے بارے میں پروگرام نشر ہونا

جنوری کے دوسرے ہفتہ میں ریڈیو پاکستان پشاور نے دارالعلوم آکر حالات ریکارڈ کرائے حضرت شیخ الحدیث، میرے اور دیگر حضرات کے انٹرویو بھی لئے جسے دوسرے دن ریڈیو پاکستان نے پورے آدھا گھنٹہ نشر کیا۔

آہ! حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی

یا اسفا! قلم کا جگر کیوں شق نہ ہو اور دل ودماغ کیوں جواب نہ دے بیٹھیں جبکہ کسی ایک متاع عزیز کے کھوجانے کے ماتم وشیون سے فارغ ہوئے بغیر لگاتار اپنی ساری متاع دین ودنیا سے ایک ایک کرکے محروم ہونا پڑے۔ ایسا لگتا ہے کہ علم وفضل، زہد وتقویٰ ، جہاد وریاضت کے سارے تارے ٹوٹ کر ہم غمگساروں کو شب دیجور کے حوالے کررہے ہیں......

دیکھو جسے ہے راہ فنا کی طرف رواں
تیرے محل سرا کا یہی راستہ ہے کیا؟

ابھی ہم محمود الملت والدین مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کے غم سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ یکا یک ملت کے غمخوار، عمر بھر حق وصداقت کیلئے باطل سے برسر پیکار اور چراغ مصطفوی کی حفاظت کے لئے شرار بولہبی سے ستیزہ کار مرد مجاہد، بطل جلیل حضرت مخدومنا ومولانا غلام غوث ہزاروی نے داعی اجل کو لبیک کہہ دیا فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ، دبستان شیخ الہند رحمہ اللہ سے وابستگی اور قریبی تعلق کی وجہ سے مغربی سامراج بالخصوص برطانیہ سے نفرت وعداوت گویا گھٹی میں پڑ گئی تھی۔ تقسیم ہند سے قبل تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیا ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت چلی تو اس میں نمایاں کردار ادا کیا۔ علماء حق کا شیرازہ مجتمع کرنے کی فکر دامنگیر ہوئی تو ۱۹۵۶ء میں حضرت شیخنا واستاذنا مولانا احمد علی لاہوریؒ کی سرپرستی وقیادت میں جمعیۃ العلماء اسلام کو وسیع پیمانے پر از سر نو منظم کیا۔ مولانا مرحوم پہلے جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے اور حضرت لاہوری قدس سرہٗ جمعیۃ کے پہلے امیر، اور پھر جب علماء کے بچھڑے ہوئے قافلہ کی ترتیب اور نئی شیرازہ بندی میں منہمک ہوگئے تو اخلاص جوش عمل اور سوز دروں کا زادِ راہ لیکر اس کام میں وہ وہ صعوبتیں اور مشقتیں اٹھائیں کہ الامان الحفیظ ۔ بڑوں کے ناز اور ہمعصروں کے نخرے اٹھائے، چھوٹوں کی منتیں کیں۔ بزرگوں کے بستر اور جوتے اٹھا اٹھا کر اور خوشامد کر کر کے انہیں مدرسہ وخانقاہ کے گوشہ ہائے عافیت سے نظم وجماعت اور جہاد وسیاست کی رزم گاہ میں کھینچنا چاہا اسی اثناء روکھی سوکھی پر گذارا کرتے رہے۔ جو قوت لا یموت ملی بھی اسے اس دور میں جمعیۃ کے آرگن ''ترجمان اسلام'' کے زندہ رکھنے میں خرچ کیا، یہاں تک کہ موٹا جوٹا کھدر قسم کا جو ایک جوڑا تھا۔ جمعیۃ کے دفتر دہلی دروازہ میں قیام کے دوران اسکی دھلائی بھی قیمتاً نہ کر سکتے تو خود لنگی باندھ کر اسے دھولیتے کہ بچے ہوئے پیسے اخبار کے اخراجات میں لگ جائیں گے۔

یہ سارا عرصہ دین کی اشاعت باطل کے تعاقب اور جماعتی تنظیموں کے سلسلہ میں ہر صبح سفر، ہر شام سفر کا مصداق رہا مگر سفر بھی کیسا کہ بغل میں چھوٹا سا بستہ ایک جوڑا کپڑے اور حوالہ کیلئے فرق باطلہ کی دو چار کتابیں روکھی سوکھی خشک روٹی، تھرڈ کلاس میں سوار ہوئے جگہ نہ ملی تو چپکے سے کسی کونہ میں چادر بچھا کر بیٹھ گئے۔ رات بھر پاؤں پھیلانے کی کوئی جگہ نہ ملی تو بیٹھنے کی نشستوں میں کسی سیٹ کے نیچے چادر بچھا دی اور لیٹ گئے منزل مقصود پر پہنچے، خرمن باطل پر یلغار کر دی، اگر کسی جگہ داخلہ پر پابندی ہے تو جُل دے کر یہ جاوہ جا اور اب کسی اور محاذ پر شبخون مارنے کے درپے ہیں، نہ صلہ کے طالب نہ ستائش کی تمنا اور نہ میزبان کی میزبانیوں سے لطف اندوز ہونے کی فرصت وخواہش۔

مولانا کی ایک بڑی نایاب ونادر خوبی سیاست کے ہنگاموں، سٹیج کے شور وشر، بحث ومناظرہ کی گرما گرمی کے ساتھ ساتھ زہد وریاضت اور اوراد ووظائف، شب بیداری اور اپنے رب سے سوز وگداز کے روابط کا برقرار رکھنا تھا جو اس دور میں عنقا سے کم نہیں۔ وہ بلا شبہ باللیل رھبان وبالنھار فرسان (رات

کوراہب دن کو شہ سوار) کا نمونہ تھے۔جام شریعت کے ساتھ سندان عشق نبانا تو سنتے ہیں ۔مگر خارزار سیاست میں شریعت وطریقت کے ساتھ ساتھ سوز وساز رومیؒ اور پیچ وتاب رازیؒ کی قبائے افتخار کوبھی تارتار ہونے سے بچا کر چلنا اس ضیغم اسلام ہی کا کام تھا۔

کون کون سی ادا اورکون کون سے خوبی ہے جس سے ہمارے ان بزرگوں کا گلشن حیات مالا مال نہیں۔ وہ جب گذر جاتے ہیں تو ہمیں قدر آتی ہے ۔ پھر ایک ایک بات کو لوگ لئے روتے ہیں کہ زمانہ نہایت بانجھ ہوتا جارہاہے مہیب خلاؤں کا سماں ہے ۔ مولانا مرحوم کا ذکر چلا تو عنان قلم روکنے سے بھی نہ رک سکا۔مولانا رحمہ اللہ کے جنازہ پر جاکر زیارت اور کاندھا دینے کی سعادت نصیب ہوئی ۔فقر وقناعت ، زہد وتقویٰ جہاد وسیاست ،حمیت وشجاعت کا یہ گنج گرانما سپرد خاک کردینے کے بعد جب ہم لوگ دیار لیلیٰ کی تنگ گلیوں سے گذرتے ہوئے واپس ہورہے تھے۔تو ایک ثقہ متدین قسم کے بزرگ نے مجھے ایک واقعہ سنایا اوراسی واقعہ پر ان سطور کو ختم کرتا ہوں۔

ناموس ختم نبوت پر اکلوتے بیٹے کی آخری دیدار کی قربانی سنت ابراہیمی کی تابندہ مثالی

’’مولانا مرحوم کے جوش وجوانی کا دور تھا۔اب جبکہ وہ نرینہ اولاد سے محروم دنیا سے کوچ کر گئے مگر مولانا کی نرینہ اولاد پیدا ہوئی ایسے ایک موقع پر مولانا کا صاحبزادہ اکلوتا بیٹا جو بڑھاپے کا سہارا بن سکتا تھا۔ شدید بیمار ہوا۔ بیماری سکرات موت کی حدود میں داخل ہوئی کہ اچانک بالاکوٹ سے اطلاع آئی کہ وہاں قادیانیوں نے پر پُرزے نکال لئے ہیں اورفوراً پہنچنے کی ضرورت ہے۔مولانا نے جان بلب لخت وجگر کو اسی حالت میں چھوڑا دیا۔تقریرومناظرہ کی کتابیں بغل میں اٹھائیں اور چل پڑے۔لوگوں نے بے حد روکا کہ بچے کی حالت مخدوش ہے ۔فرمایا تم لوگ موجود ہو اوروہاں ناموس ختم نبوت کے تحفظ کی بات ہے ۔ روانہ ہوئے ۔ابھی بفہ کی ذیلی سڑک سے بالاکوٹ جانے والی سڑک پر پہنچے تھے کہ کسی نے نورنظر بیٹے کی وفات کی اطلاع دی ۔ فرمایا تم لوگ دفن کردینا ۔ اللہ نے اپنی امانت واپس لے لی۔ مجھے بالاکوٹ پہنچ کر قادیانیوں کا تعاقب کرنا ہے۔اللہ اوررسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بات ہر چیز پر مقدم ہے۔

مولانا رحمہ اللہ نے بیٹے کے آخری دیدار اور پدری شفقت ومحبت کوبھی ناموس دین پر قربان کردیا اور اپنی روحانی مقتداء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی پیروی کی ایک اورتابندہ مثال قائم کردی ۔ مجھے خیال آیا کہ کیا عجیب آج شام بھی ملاء اعلیٰ ایک بارپھر اس ندائے ربانی سے گونج اٹھی ہوکہ : وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (الصافات:۱۰۴،۱۰۵) يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ (الفجر:۲۹،۳۰)